نقطہ

زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی صاحب لکھنوی، کراچی

کسی چیستاں یا معمہ کا حل کر دینا آسان ہے لیکن صفحۂ قرطاس کا نقطہ کچھ اس قدر محیر العقول ہے کہ ارباب عقل پہلی فرصت میں اس کی حقیقت کو دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر شخص اپنے مذاق کے موافق ایک رائے قائم کر لیتا ہے کسی کو نگین انگشتر سلیمان کا دھوکا ہوتا ہے اور کوئی سمجھتا ہے کہ جدار حرم میں حجر الاسود آویزاں ہے، کسی کے نزدیک آہوئے بیابان ختن کا نافہ ہے اور مادہ پرست خشتِ خم صہبا سمجھتے ہیں۔ عشاق سے پوچھو تو درِ گنج محبت کا قفل یا تکمہ پیراہن لیلا، یا خال مشکین رخ زیبا یا داغ جگر یا سر انگشت حنائی، جو کچھ بھی کہیں اس کے ذمہ دار ہم نہیں ہمارا زاویۂ نگاہ مردمک دیدۂ عنقا سے بھی زیادہ وقیع ہے اور نقطہ پرکار تمنا وہ ضمیر پر تنویر ہے جس کو ارباب نظر کے سامنے پیش کرنے میں سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں۔ عالمِ اسلام مستقل شاہد ہے کہ مادرِ گیتی کے آغوش میں ایک وہ نونہال ہے جو مسند علم وحکمت پر متمکن ہونے کے بعد فرماتا تھا اَنَا النُّقْطَةُ تَحْتَ الْبَاءِ میں وہ نقطہ ہوں جو بائے بسم اللہ کے نیچے دیا جاتا ہے (دیکھو ینابیع المودۃ، شیخ سلیمان بلخی نقشبندی)۔

کون کہتا ہے؟

جو ہزارہا سال حجاب عظمت وحجاب رفعت وحجاب عزت میں ستارہ بن کر چمکا اور جس نے بحر معرفت وبحر حکمت میں درشاہوار کی طرح تربیت پائی۔

یہ وہ گوہر آبدار تھا جس نے اپنا صدف ہمیشہ مرسلین کے اصلاب اور معصومینؑ میں کسی کی پیشانی کسی کی انگشت حق نما کو بنایا اور ابدان مرسلین میں مثل سبعہ سیارہ کی گردش کی۔

یہ وہ ستارہ تھا جو فلک امامت سے ٹوٹ کر آغوش ختمی مرتبت میں گرا اور حجرۂ رسولؐ میں کچھ اتنی راحت پائی کہ مستقبل قریب میں کاندھے تک بلند ہو کر رہا۔ چونکہ یہ مقام عرش سے بھی زیادہ بلند تھا اس لئے یہاں جگہ پانے والا علیؑ ہو سکتا ہے۔

غور کرو اور عصبیت کا چشمہ اُتار کر دیکھو! بارگاہ ایزدی میں وہی سر ہمیشہ بلند ہوتے ہیں جو کبھی جھک چکے ہوں۔ علیؑ نے اپنے منھ سے یہ نہیں کہا کہ میں علم وفضل کا بحر ناپیدا کنار ہوں انھوں نے دعویٰ بھی کیا تو اس قدر کہ میں ''نقطہ'' ہوں مگر عجیب دعویٰ تھا جس نے انتہائی منکسر المزاج بھی ثابت کیا اور پھر جو خدا کی دی ہوئی عزت تھی وہ گھٹنے نہیں پائی۔ اگر میں پا بہ رکاب اور عازم سفر نہ ہوتا تو اس فلسفہ کو اچھی طرح بیان کرتا لیکن مختصراً اس قدر سمجھ لینا چاہئے کہ اگر دنیا میں سر بفلک درخت نہ ہوتے تو کبھی ایک معمولی سی گٹھلی کو دیکھ کر تصور بھی نہ ہوتا کہ اس میں صانع کی طرف سے اتنا پھیلاؤ ہے کہ قافلے زیر سایہ راحت لے سکتے ہیں مگر تخم اور درخت نے علیؑ کے اس قول کو سچ کر دکھایا اور ہم سمجھے کہ جب دانہ میں اتنی قوتیں مضمر ہیں کہ اس سے کوپل پھوٹے اور پھر بطن ارض میں عروق درآئیں، ایک شاخ سے کئی کئی ٹہنیاں برآمد ہوئیں، حتی کہ ڈالیوں میں پھول اور پھولوں کے ساتھ پھل ظاہر ہوں اور وہ گھنیرا پن کہ طائروں کے آشیانے ٹھہر جائیں، تو معلوم ہوا کہ جو کچھ بھی اس سر بفلک درخت میں آج موجود ہے یہ بزرگی سے پہلے پودے میں تھا، اور جو کچھ پودے میں ہے یہ سب گٹھلی کے اندر موجود ہے اب قدر ہوئی حکیم ربانی **علی عمرانی** کی، سچ فرمایا انھوں نے جو کچھ قرآن میں ہے، وہ سورۂ حمد میں، اور جو سورۂ حمد

میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے، اور جو بسم اللہ میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں، و انا النقطة تحت الباءِ تمام علوم جگہ کئے ہوئے ہیں قلب امیر المومنینؑ میں، اگر خاموش ہیں تو نقطہ، اور مسند علم پر پہنچ جانے کے بعد دریا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ نقطہ خود کہتے ہیں اور دریا خدا کہتا ہے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ گویا یہ ہے آغاز وانجام۔

لوگ کہتے ہیں کہ دریا کوزہ میں بند نہیں ہوسکتا، مجھے تسلیم ہے لیکن ابراہیمؑ نے صدیوں پہلے مکہ میں جس چار دیواری کی بنیاد ڈالی تھی اس میں یہ بحر ناپیدا کنار۔ تین روز تک موجزن رہا اور صنمکدہ آذر کو اپنے تھپیڑوں سے ہمیشہ کے لئے پاک کیا۔

یہ منظر دیکھنا ہو تو سیز دہم رجب کو کعبہ میں چلئے، بنی ہاشم کی ایک پردہ نشین مخدرہ دردزہ سے بے چین ہو کر بیت اللہ میں پناہ مانگنے آتی ہے اور کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ہے کہ کعبہ خود استقبال کرے گا۔ در کعبہ مقفل ہے اور کلید بیت دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں ہے، تو کیا علیؑ کی ماں کعبہ میں اب نہیں پہنچ سکتی؟ استغفر اللہ اس نظریہ سے عالم میں کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ اگر مدتوں کے بعد مکین آپہنچے اور کلید بردار موجود نہ ہو یا کنجیاں گم کردی جائیں تو مالک مکان کسی دوسرے در پر واپس ہوجائے گا؟ لاحول ولاقوۃ انھیں مواقع پر جھنجھلا کر قفل توڑ ڈالے جاتے ہیں اور آنے والا چور نہیں شاہ رہتا ہے۔ کعبہ میں قفل تھا تو کیا، علیؑ کو زحمت انتظار کی ضرورت نہ تھی دیوار شق ہوئی اور نازک مزاج مولود کے نہیب سے کعبہ نے نیا در بنایا اگر کوئی معمولی عورت ہوتی تو شق شدہ دیوار دیکھ کر ایک انچ قدم نہ بڑھاتی مگر بنت اسد اُسی شگاف در سے داخل ہوئیں، جبین پر شکن نہ آئی، آج تک تو لوگوں نے کعبہ کا طواف کیا تھا مگر آج کعبہ علی کے گرد پھر رہا ہے تو مولود بچہ نقطہ ہے اور کعبہ پرکار یا یہ موتی ہے اور کعبہ صدف، بقول جامی ؎

بسوے کعبہ رود شیخ و من بسوے نجف
بحق کعبہ کہ آنجا مراست حق بہ طرف
تفاوتے کہ میان من ست و او اینست
کہ من بسوے گہر رفتم او بسوے صدف

یہ نہ سمجھئے گا کہ مادر علیؑ نے قانون اتُوا الْبُیُوتَ مِنْ اَبْوَابِھَا کی خلاف ورزی کی، اور پس پشت سے کیوں آئیں؟ یہ عقل کی کمزوری ہے کہ جس دروازہ سے آنے کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ خود ہیں، لہٰذا ہم تو یہ کہیں گے کہ کعبہ میں آج دروازہ قائم ہوکر عمارت خلیل کی تکمیل ہوئی۔ کعبہ کی غرض تعمیر جائے عبادت کی تعیین تھی، لیکن تمام عبادت گزاروں نے باہر عبادت کی، اندر قبضہ بتوں کا تھا۔ علیؑ جب اپنے اثرات تولد سے بت گرا چکے تو اندرونی عبادت پر بھی خود ہی توجہ کی اور سجدہ کیا، صحف انبیاءؑ بھی پڑھنا شروع کئے۔ حدیث مشہور اور فریقین میں معروف ہے، میں اعادہ نہیں چاہتا مگر اس قدر کہ صحف آدم پڑھی، تو محل تعجب نہ تھا آدم کی کتاب بہت پہلے اُتر چکی تھی، اسی طرح توریت وانجیل وزبور سب سُنی ہوئی باتیں تھیں مگر اب نیا سبق شروع ہوتا ہے، قرآن حکیم کو پڑھنا شروع کیا جو ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اس سے وسعت معلومات پر گہری روشنی پڑی اور ثابت ہوا کہ قرآن ان سے کبھی الگ نہیں رہا اور نہ یہ قرآن سے الگ رہے۔ پیغمبرؐ خدا اگر وحی اُترنے سے پہلے کسی آیت کو پڑھنا شروع کرتے تھے تو قرآن ساکت کردیتا تھا یہ کہہ کر لَا تُعَجِّلْ بِالْقُراٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ لیکن میں اس بات کے اظہار پر مجبور ہوں اور کعبہ میں پہنچ کر علیؑ کے اختیارات کو اتنا وسیع پاتا ہوں کہ یہ قرآن کی باحسن وجوہ تلاوت فرماتے ہیں اور لب قدرت کو جنبش نہیں ہوتی۔ ممکن ہے رمز اس میں یہ ہو کہ منظور الٰہی یہ تھا کہ قرآن لسان اللہ کی زبان پر جاری ہو اور رسولؐ چپ رہیں یا پہلے دروازہ ترجمانی کرے پھر شہر سے آواز بلند ہو، تاکہ حدیث مدینہ صحیح ہو۔

(۱۳۴۹ھ) مشتاق آستانہ علی ولی، فقیر باب اہلبیت نبیؐ
آغا مہدی الرضوی

✡✡✡